لغت نویسی : اصول اور مسائل

ڈاکٹر نجیبہ عارف، صدر شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

امینہ بی بی، پی ایچ ڈی سکالر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

Abstract

This article discusses in detail the principles and practices of writing and editing dictionaries and focuses on the dire need of applying these principles on Urdu lexicography. It also deals with the significant issues of Urdu lexicography including the lack of standardization, the essential nature of Urdu language, and its impact on lexieography and the pronunciation and spelling issues.

قوتِ اظہار کے تین ذرائع آواز، حرکت اور تحریر ہیں جن کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے خیالات، احساسات اور جذبات کی ترسیل کے لیے مختلف ادوار میں تصویری رسم الخط سے حروف، حروف سے الفاظ اور الفاظ سے معنی کا سفر طے کیا جاتا رہا ہے۔ چونکہ زبان ایک زندہ چیز ہے اس لیے مرورِ ایّام کے ساتھ نہ صرف اس میں معنوی، صوتی، املائی، صرفی اور نحوی تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں بلکہ انسان کی ضروریات، اس کا ماحول، حادثات اور واقعات بھی اس کے ارتقا میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دوسری اقوام سے تعلق کی بنا پر بھی دیگر زبانوں کے الفاظ اور لسانی اثرات اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ آغاز میں اُردو زبان ایک بولی کی حیثیت سے روزمرہ کے امور میں آلۂ کار بنی لیکن رفتہ رفتہ وسیع تر مذہبی، تہذیبی اور ثقافتی دلچسپیوں کے تحت یہ تحریری شکل اختیار کرنے لگی۔ زبان و ادب اور علوم و فنون کے مختلف شعبوں میں لین دین، تخلیق و اختراع اور اخذ و ترجمہ کی روایتیں پروان چڑھنے لگیں اور قواعدِ زبان کی ترتیب و توضیح اور لغت نویسی کی ضرورت کو محسوس کیا جانے لگا۔ ان حالات کے پیش نظر برّصغیر میں اُردو زبان کی لغت نویسی کی روایت کا آغاز ہوا جس کا ڈول ڈالنے اور پروان چڑھانے میں مغربی مستشرقین نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کی اس دلچسپی کے پس پشت ان کے تجارتی اور تبلیغی مقاصد تھے۔ یوں برصغیر پاک و ہند میں مذکورہ بالا مقاصد کی تکمیل کے لیے مدون کیے جانے والے لغات کا سلسلہ انیسویں صدی کے اواخر تک جاری رہا جن میں جان۔بی۔گل کرسٹ (John.B.Gilchrist1:759-1841) ، جان شیکسپیئر (John

(Shakespear: 1774-1858 ، ڈنکن فوربس(Duncan Forbes:1798-1868)، ڈاکٹر ایس۔ڈبلیو۔فیلن (Dr. S. W.Fallon: 1817-1880) ، جان ۔ٹی۔پلیٹس (John.T.platts:1830-1904) ، سر ہنری یول(Sir Henry Yule: 1820-1889) اور آرتھر کوک برنل(Arthur Coke Burnell:1840-1882) کی لغات کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

انگریزوں کے لغات کے بعد برصغیر میں اردو لغت نویسی کی علمی حیثیت اور اہمیت مستحکم ہو گئی۔انفرادی کوششوں کے ساتھ ساتھ علمی اداروں نے بھی اس کی طرف توجہ دے کر اسے مزید تقویت بخشی۔ چنانچہ''غرائب اللغات ''المعروف بہ''نوادر الفاظ''(۱۷۵۰ء)،''مخزن فوائد ''(۱۸۸۶ء)، ''مخزن المحاورات ''(۱۸۸۶ء)،''لغاتِ اردو ''(۱۸۸۸ء)،''مصطلحاتِ اردو ''(۱۸۹۰ء)، ''فرہنگِ آصفیہ ''(۱۸۸۸ء ۔۱۹۰۱ء)،''امیر اللغات ''(۱۸۹۱ء۔۱۸۹۲ء)،'' نور اللغات '' (۱۹۲۴ء۔۱۹۳۱ء)،''جامع اللغات' '(۱۹۳۵ء)،'' نسیم اللغات ''(۱۹۵۵ء)،''فرہنگِ اثر '' (۱۹۶۱ء)،''لغات کشوری ''(۱۹۷۲ء)،'' لغت کبیر اردو ''(۱۹۷۳ء)،''مہذب اللغات '' (۱۹۸۲ء)''علمی اردو لغت ''(۱۹۸۷ء)،''فرہنگ عامرہ ''(۱۹۸۹ء)،''فرہنگ تلفظ '' (۱۹۹۵ء)اور''اردو لغت(تاریخی اصول پر) ''(۱۹۵۸ء۔۲۰۱۰ء)جیسے لغات منظرِ عام پر آئے۔ان لغات کے بنیادی مشمولات کا جائزہ لیا جائے تو تمام لغات میں معمولی سے فرق کے ساتھ الفاظ کے صحیح املا،حرکات، اشتقاقیات، مترادفات، تذکیر و تانیث ،معنی ، جملوں کی ترتیب، محاورات،ضرب الامثال اور متروکات کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔لیکن ان میں موجود اختلافات اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ اردو زبان کے بیشتر لغات کسی باضابطہ نظام کو مدنظر رکھ کر تحریر نہیں کیے گئے اور اگر کوئی نظام تھا بھی تو اس کی مکمل طور پر پابندی نہیں کی گئی۔اس کی سب سے بڑی وجہ لغت نویسوں کی اصول اور مسائلِ لغت نویسی سے کم واقفیت یا عدم توجہی ہے۔یہ بھی حقیقت ہے کہ تالیف وترتیب کے دوران ایک لغت نویس کوکئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو معیاری لغت کی ترتیب میں رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں۔

لغت ،اس کے استعمال اورفن لغت نویسی سے متعلق بہت سی معلومات اردو زبان وادب کے کئی علما و فضلا نے اپنی تحقیقات میں فراہم کی ہیں۔(۱)اس ضمن میں سید خواجہ حسینی کا مضمون ''اردو لغت نویسی کے مسائل'' (۱۹۶۷ء)اہم ہے(۲) جس میں تالیفِ لغت اورفن لغت نویسی کے حوالے سے پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے نہ صرف ممکنہ حل پیش کیا گیا ہے بلکہ اپنی رائے بھی دی گئی ہے۔اسی زمانے کا ایک اور مضمون رشید حسن خاں کا ''املا کا اختلاف اور لغت'' ہے(۳) جس میں انھوں نے اردولغت نویسی کے ایک اہم مسئلے املا کے تعین کوموضوع بناتے ہوئے املا کے اختلافی مسائل کے متعلق اپنی سفارشات پیش کر کے چند اصول تشکیل دینے کی کوشش کی ہے۔موضوع کے بارے میں ایک مختصر تحقیق ''لغت ''از حامد حسین ندوی

ہے۔ (۴) اس میں انہوں نے ایک معیاری لغت کے مطالبات بیان کرتے ہوئے مختلف اردو لغات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔معتبر لغت کے لوازمات کا ذکر گیان چند جین کے یہاں بھی ملتا ہے جو انھوں نے اپنے مضمون ''علم اللغات اور لفظ اصلیات'' میں کیا ہے۔(۵) اس مضمون کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں فاضل محقق نے لغت نویسی کے نئے اصول بیان کیے ہیں اور حتی المقدور لغت نویس کی بعض مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ارشد مسعود ہاشمی نے ''لغت اور لغت نویسی'' میں لغت نویسی کے تعارف اور اقسام کے بعد لسانی مآخذ اور اشتقاقیات سے بحث کی ہے۔(۶) ڈاکٹر رؤف پاریکھ کا مضمون ''امیر مینائی کی لغت نویسی اور اصول لغت نویسی''(۷) اگرچہ براہِ راست لغت نویسی پر نہیں لیکن ڈاکٹر صاحب نے اصول لغت کی وضاحت کرتے ہوئے ''امیر اللغات '' کا تجزیہ کیا ہے جس کی وجہ سے ان کا مضمون بھی زیرِ نظر تحقیق کی ایک کڑی قرار دیا جا سکتا ہے۔موضوع کے حوالے سے جناب شمس الرحمٰن فاروقی کا خطبہ بعنوان ''اردو لغت نگاری کے بعض مسائل'' بھی اہم ہے(۸) جس میں انھوں نے طالب علموں کے لیے جدید لغت کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے لغت نویسی کے چند مسائل بیان کیے ہیں۔

مندرجہ بالا تحقیقات کے علاوہ بھی اردو لغات پر بے شمار مضامین ملتے ہیں لیکن وہ سب اردو زبان کے کسی نہ کسی لغت کی تحقیق سے علاقہ رکھتے ہیں ۔مزید یہ کہ مذکورہ مضامین کا موضوع سے تعلق ہونے کے باوجود ان میں زمانی تسلسل کا فقدان ہے اور یہ لغت نویسی کے جملہ اصول بھی مکمل طور پر بیان نہیں کرتے ۔لہٰذا اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مقالے میں اُصولِ لغت نویسی کے جدید مباحث کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ صرف لغت نویسی کی راہ میں حائل مشکلات و مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ ان مسائل کے ممکنہ حل کے لیے کچھ اُصول بھی پیش کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ اندراجاتِ لغت اور ان کے اُصول:

کسی بھی لغت نویس کے لیے سب سے پہلا اور اہم کام اپنے لغت میں اندراجات کا انتخاب ہے جس کے لیے سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ لغت کس مقصد کے لیے مدون کیا جا رہا ہے؟ اگر وہ صرف اس زبان کے بولنے والے افراد کے لیے ہے تو پھر الفاظ کا اندراج بھی وسیع پیمانے پر ہوگا اور اس میں معروف، متروک، کم بولے جانے والے اور غیر مقبول الفاظ کے ساتھ ساتھ مذہبی، ادبی، پیشہ ورانہ، قانونی، دفتری، مال گزاری اور علمی اور فنی اصطلاحات ،ضرب الامثال اور کہاوتیں بھی شامل ہوں گی؛ لیکن اگر کوئی لغت زبان سیکھنے کے خواہشمند افراد کے لیے تالیف کیا جا رہا ہے تو الفاظ محدود ہو کر صرف اس زبان کے معروف اور موجودہ الفاظ پر مشتمل ہوں گے جب کہ کسی خاص طبقے یا شعبے کے لغت کی صورت میں ذخیرۂ الفاظ اور بھی محدود ہو جائے گا۔ (۹) لہٰذا یہ ایک دشوار گزار کام ہے کہ لغت نویس کن الفاظ کو لے اور کن کو چھوڑ دے۔اس کے

لیے کڑی محنت درکار ہے اور جب بات اردو لغت کی تدوین کی ہو تو اندراجات کا چناؤ مزید مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اردو مختلف زبانوں کے ملاپ سے بنی ہے اور اس میں عربی، فارسی، ترکی، ہندی، اور انگریزی کے علاوہ متحدہ ہندوستان کی مقامی زبانوں کے الفاظ بھی شامل ہیں جن میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔مزید یہ کہ اس زبان میں اصطلاحات، ضرب الامثال اور کہاوتوں کا ذخیرہ بھی شامل ہے جس میں ہندوستان کی پوری ثقافت اپنی جھلک دکھاتی ہے چونکہ ان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس لیے یہ تمام عوامل لغت نویس کی ذمہ داریوں میں اضافہ کرتے ہیں۔

الفاظ کے اندراجات کے ضمن میں کارپس (Corpus) کا کردار بھی بہت اہم ہے۔ کارپس ،لسانی گفتگو کا ایک محدود سیٹ ہے جو لسانی تحقیق کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔اس کی قدر و قیمت اور معیار کا انحصار بڑی حد تک کسی تحقیق / مطالعے کے مخصوص نقطۂ نظر، طریق کار اور نظریاتی ضابطہ کار پر ہوتا ہے۔(۱۰) یعنی کارپس کسی زبان کا روز مرہ زندگی میں شامل متن ہوتا ہے جسے کارڈ کی صورت میں فائلوں میں جمع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ الفاظ جو کم بولے جاتے ہیں یا عام طور پر مستند متون میں بھی موجود نہیں ہوتے لیکن وہ زبان کا حصّہ ہیں تو انھیں لغت میں شامل ہونا چاہیے۔ ان تک کارپس کے ذریعے ہی رسائی ہو سکتی ہے۔ اس طرح لغت میں وہ الفاظ بھی شامل ہو جائیں گے جو سوشل میڈیا یا سوشل نیٹ ورک کا حصّہ ہیں۔

الفاظ کے انتخاب کے لیے ایک وسیلہ پہلے سے موجود لغات بھی ہیں جن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ ہر نئی لغت کی عمارت پرانی لغات پر تیار کی جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو لغت نویسی کا ارتقا ممکن ہی نہیں۔لہٰذا الفاظ کے اندراجات کے لیے پہلے لغات کا مطالعہ بھی ضروری ہے تاکہ نہ صرف ان میں پائی جانے والی کمیوں کو دور کیا جا سکے بلکہ لغت نویسی کے حوالے سے ایک معیاری کام بھی وجود میں آ سکے۔

الفاظ/اندراجات کے تعین کے سلسلے میں ڈاکٹر گیان چند نے بھی اپنی سفارشات پیش کی ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ ایسے الفاظ جو بولیوں میں شامل ہیں اگر وہ کسی مستند تحریر میں موجود ہیں تو انھیں شامل کیا جائے۔

۲۔ بیرونی زبانوں کے جو الفاظ اردو زبان میں رچ بس گئے ہیں انھیں لغت میں جگہ دینی چاہیے۔ بصورتِ دیگر لغت کے آخر میں ضمیمے میں درج کرنے چاہئیں۔

۳۔ مادر یا ماخذ زبانوں کے الفاظ جو مشتق زبانوں کی تحریروں میں پائے جائیں، ان کو لغت میں شامل کیا جائے لیکن تقریری زبانوں کے الفاظ شامل نہ ہوں۔

۴۔ متروکات کو حذف کرنا چاہیے اور لغت نویس کو سلینگ یعنی بولیوں کے نئے الفاظ کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔اس کے لیے اس کو اپنے لغت پر ہر دو تین سال بعد نظر ثانی کرنی چاہیے۔(۱۱)

۲۔ترتیبِ اندراجات کے اُصول:

لغت نویسی کا دوسرا اُصول ترتیبِ اندراجات سے متعلق ہے؛ یعنی لغت میں الفاظ کس بنیاد پر ترتیب دیے جائیں؟ اس کے لیے مختلف زبانوں کے لغات میں کئی طریقہ ہائے کار پائے جاتے ہیں۔کبھی موضوعات کے لحاظ سے لغت ترتیب دیا جاتا ہے مثلاً قانونی ڈکشنری؛ تو کبھی لسانی مآخذ یا مادوں کے لحاظ سے۔لیکن زیادہ معروف طریقہ حروفِ تہجی کے اعتبار سے لغت کی ترتیب ہے۔فرہنگِ آصفیہ،نور اللغات، امیر اللغات، لغت کبیر ،فرہنگِ تلفظ اور اردو لغت بورڈ کی اردو لغت میں یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جس میں حروف تہجی کے بعد مفرد اور مرکب الفاظ لکھے جاتے ہیں اور پھر ان کے ذیلی اندراجات درج کیے جاتے ہیں۔اس طرح ایک لغت زبان کے تمام سرمائے کو ایک ہی جگہ سمیٹ لیتی ہے اور استفادہ کرنے والے کو مطلوبہ لفظ کی تلاش کے لیے دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا لیکن بعض لغات میں ذیلی اندراجات کی تعداد اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ وہ کئی صفحات تک پھیل جاتے ہیں جس سے مطلوبہ لفظ کی تلاش کے مسائل کے ساتھ ساتھ لغت کے غیر ضروری طور پر ضخیم ہونے کے مسائل بھی سر اُبھارتے ہیں۔اس کے لیے اردو لغت بورڈ کے لغت''اردو لغت (تاریخی اُصول پر) کی مثال دی جا سکتی ہے جو ۲۲ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور جس میں الفاظ کا ایسا ذخیرہ موجود ہے کہ صرف لفظ''جان'' اور اس کے ذیلی اندراجات صفحہ ۴۱۷ تا ۴۶۲ تک ملتے ہیں جس کی وجہ سے مطلوبہ لفظ تک پہنچنے کے لیے دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اگر لغت کی ترتیب حروف تہجی کے لحاظ سے ہو تو پھر لغت نویس کے سامنے حروف تہجی کی تعداد کا مسئلہ آتا ہے۔ ہمارے ہاں فروغِ زبانِ اردو کے مختلف اور مستند اداروں کے تحت جو قاعدے انفرادی یا اجتماعی کاوشوں کے نتیجے میں منظرِ عام پر آئے ہیں، اُن سب میں حروف اور ان کی تعداد کا اختلاف موجود ہے۔مثلاً ادارۂ فروغِ قومی زبان(مقتدرہ قومی زبان) اور نیشنل بک فاؤنڈیشن کے اردو قاعدے میں ۵۴ حروف ہیں جبکہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ اور سندھ ٹیکسٹ بورڈ کے قاعدوں میں ان کی تعداد ۵۳ ہے۔لہٰذا لغت نویس کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے حروفِ تہجی کی تعداد اور ترتیب کا تعین کرے اور پھر اس کے اندراجات کی طرف توجہ دے۔

ایسے الفاظ جو املا اور اعراب کے لحاظ سے مماثلت اور بلحاظِ معنی اختلاف رکھتے ہیں، ان کا اندراج اور ترتیب بھی ایک مسئلہ ہے۔مثلاً پارَس، پارِس، جَگت، جُگت۔گُشت، کِشت۔نَفَس نَفس وغیرہ۔اکثر اوقات ایسے الفاظ ایک ہی بار لکھ کر ان کے سامنے مختلف معنی درج کر دیے جاتے ہیں جو غلط طریقہ ہے۔اگر ایک ہی لفظ مختلف المعانی ہو تو وہ جتنے معنوں میں استعمال ہو رہا ہے اس کا اندراج بھی اتنی ہی بار کرنا چاہیے۔

ترتیبِ اندراجات میں ترجیح کے حوالے سے ایک مسئلے کی نشاندہی ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے معروف،

مجہول اور لین کے حوالے سے بھی کی ہے:

> ''اندراج کی ترتیب میں ترجیح کے معاملے میں ایک اور مسئلہ معروف، مجہول اور لین کا ہوتا ہے۔ یعنی پہلے کھیل (یاے مجہول) آئے گا یا کھیل (یاے معروف)؟ پہلے میل آئے گا (یاے لین)، یا میل (یاے مجہول) یا میل (یاے معروف)؟'' (۱۲)

خود ڈاکٹر صاحب نے اس کی ترتیب لین، معروف اور مجہول بتا کر اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو حروفِ تہجی کے اعتبار سے بھی یہی ترتیب درست معلوم ہوتی ہے۔ تاہم ترتیبِ اندراجات کے کچھ اُصول گیان چند کے بھی ہیں جن سے لغت نویس اپنی سہولت کے مطابق فائدہ حاصل کر سکتا ہے مثلاً:

۱۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ بنیادی اور متخرج الفاظ کا تعین کیسے کیا جائے اور کسے آزاد اور کسے تہ نشین لفظ کے تحت رکھا جائے؟ اس کا حل یہ ہے کہ متخرج اور مشتق الفاظ کو ایک ہی لغت کی ذیل میں لکھا جائے۔

۲۔ محاوروں کو مرکزی لفظ کے تحت درج کیا جائے۔

۳۔ کثیر المعنی لفظ ایک لغت کے طور پر دینے کے بجائے اسے ہر آزاد معنی کے تحت الگ الگ تحریر کرنا چاہیے۔

۴۔ اصطلاحات کو مخصوص علوم کی اصطلاحاتی لغت میں ہی درج کرنا چاہیے۔ عام لغت میں کون سی اصطلاحات شامل ہونی چاہییں؟ اس کا فیصلہ لغت کی نوعیت کو دیکھنے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ (۱۳)

۳۔ املا کا تعین:

اردو زبان کا وہ مسئلہ جو تا حال قابلِ اطمینان حد تک طے نہیں ہو سکا اور جو لغت کے بنیادی مسائل میں سے ایک ہے، الفاظ کی درست املائی صورت سے متعلق ہے۔ جس کے بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا کہنا ہے:

> ''حقیقت یہ ہے کہ ہر زبان کے لیے صحیح املا کے قواعد ضروری ہیں لیکن یہ جس قدر ضروری ہیں، اردو دان طبقے میں اتنی ہی ان سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک لفظ ایک شخص جس طرح سے لکھ دیتا ہے وہ دوسروں کے لیے سند بن جاتا ہے اور جہاں کتابوں یا اخباروں میں اس کی تکرار ہوئی وہ مقبولیت حاصل کر لیتا ہے۔'' (۱۴)

اردو زبان میں اسی خدشے کے پیشِ نظر املا کے اُصول قائم کرنے کی کوششیں خان آرزو سے لے کر

آج تک جاری و ساری ہیں لیکن اس کے باوجود تسلی بخش نتائج حاصل نہیں ہو سکے۔ اس کی پہلی وجہ اردو زبان کے حروف ہیں۔ ہماری زبان میں ایک ہی آواز کے لیے کئی حروف موجود ہیں مثلاً ث،س،ص۔ ت،ط۔ ح،ہ۔ذ،ز،ض،ظ وغیرہ۔ کچھ مسائل اردو میں استعمال ہونے والے دیگر حروف یا علامات کے پیدا کردہ ہیں جنھیں املا میں رکھنے کے باوجود اضافی تصور کیا جاتا ہے مثلاً الف مقصورہ، گول ت یا تاے مدورہ، ہمزہ اور ہاے مختفی کے مسائل۔ مزید برآں املا کے مسائل کو اور پیچیدہ بنانے میں فروغِ زبان کے لیے کام کرنے والے ادارے بھی اپنا کردار ادا کر رہے ہیں جن کے ہاں حروفِ تہجی کی تعداد کی طرح املا کے اُصولوں میں بھی اختلاف دکھائی دیتا ہے۔ یہ اُصول بعض اوقات صرف کانفرنس تک محدود رہتے ہیں کیونکہ پیش کیے گئے حل یا سفارشات پر عمل درآمد نہیں ہو پاتا۔ ایک لغت نویس معیاری لغت کی تدوین کے لیے ان تمام مسائل کو نظر انداز نہیں کر پاتا اس لیے اسے چاہیے کہ مذکورہ بالا تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اولاً املا کے اُصول مرتب کرے اور ان اُصولوں کے قیام کے لیے عربی، فارسی یا جس زبان کے اُصولوں سے مدد لی گئی ہو، لغت کے مقدمے میں ان کی وضاحت کرے۔ املا کے کچھ اصول ہمیں رشید حسن خاں کے یہاں بھی ملتے ہیں جنھیں لغت نگاری کے دوران برتا جا سکتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ مخطوطات میں موجود وہ الفاظ جو لغزشِ قلم یا سہو کتابت کی وجہ سے لکھے گئے ہیں لغت کے لیے قابلِ قبول نہیں۔

۲۔ وہ الفاظ جن کا املا متعین ہونے کے باوجود معتبر اور مستند مصنفین کے یہاں غلط املا کے ساتھ استعمال کیے گئے ہیں، ان کو اسی صورت میں لغت میں درج نہیں کیا جا سکتا بلکہ ضروری ہے کہ ایسے الفاظ کے لیے، معتبر مصنفین کے استعمال کو نظر انداز کرتے ہوئے، درست املا اختیار کیا جائے۔

۳۔ الفاظ کے عہد بہ عہد تغیرات یا معنی اور املا کے تبدل کی صورت میں مصنف یا تصنیف کے زمانے کا اندراج ضروری ہے۔

۴۔ کسی معتبر ماخذ میں موجود کسی لفظ کا املا غلط ہے تو کاتب کی بھی تحقیق ضروری ہے کہ کہیں وہ غلط نویس تو نہیں۔

۵۔ اگر کاتب کوئی معلوم علمی و ادبی شخصیت ہے اور اس نے کسی لفظ کو مروجہ املا کے خلاف لکھا ہے تو اس لفظ کو اسی کاتب سے منسوب کر کے لغت میں اس کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

۶۔ ایسے الفاظ جن کے املا کے متعلق کوئی بھی قطعی فیصلہ آج تک نہیں کیا گیا مثلاً ایڈیشن، اڈیشن۔ ایڈیٹر، اڈیٹر وغیرہ تو ایسے الفاظ کو لغت میں شامل کرنے سے پہلے قطعی فیصلہ کر لینا چاہیے تاکہ املا کا واضح تعین کیا جا سکے۔

۷۔ متون کی ترتیب میں اختلافِ نسخ کو حاشیے میں درج کیا جاتا ہے لیکن لغت کے لیے یہ طرزِ عمل قابلِ

قبول نہیں۔ اس میں صرف مستند الفاظ کو شامل کیا جائے جن کا املائی متون میں درج ہو۔(۱۵)

املا کے ضمن میں ایک سوال یہ بھی بنتا ہے لغت میں مخطوطات یا قدیم متون میں پائے جانے والے الفاظ کے اندراج کے لیے قدیم املا اختیار کیا جائے یا اسے جدید املا میں تحریر کیا جائے؟ اگر قدیم املا اختیار کیا جائے تو یا تو وہ الفاظ طالبِ علموں کے لیے قابلِ فہم نہیں ہوں گے یا پھر یہ بھی احتمال ہے کہ قدیم املائی صورت موجودہ عہد میں بھی مروج سمجھی جائے۔ لہٰذا ڈاکٹر گیان چند اور ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی آرا سے اتفاق کرتے ہوئے بہتر یہی ہے کہ قدیم الفاظ کو لغت میں (رشید حسن خاں کے منشاے مصنف کے اُصول کو مدنظر رکھتے ہوئے) جدید املا میں ہی تحریر کیا جائے۔(۱۶)

۴۔ تلفظ:

زبان کے درست استعمال کے لیے اور الفاظ کی صحیح آوازوں کو واضح کرنے کے لیے تلفظ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایک عام آدمی لغت کا استعمال اس لیے کرتا ہے کہ وہ لفظ کا معنی اور اس کا صحیح تلفظ دیکھ سکے۔ لہٰذا ہر لغت میں اس کا اہتمام اور اس کی وضاحت کے مختلف طریقے دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں اعراب کے ذریعے تلفظ واضح کیا جاتا ہے تو کبھی توضیحی طریقہ (فتحہ، کسرہ، ضمہ وغیرہ) اختیار کیا جاتا ہے۔ جس کے لیے اکثر و بیشتر مخففات یعنی فت، کس، سک، شد وغیرہ کا ستعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً ''فرہنگ تلفظ'' اور ''اردو لغت (تاریخی اصول پر)'' میں اعراب کے ساتھ اسی طریقہ کو اپنایا گیا ہے۔ جب کہ ''نور اللغات'' میں تلفظ کی وضاحت کے لیے اعراب کے علاوہ ہم وزن یا مساوی الحرکات الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ مثلاً بتول بروزن رسول، پیادہ بروزن زیادہ وغیرہ۔

بعض لغت نویسوں نے لغت کی وضاحت کے لیے منظم طریقہ کار اختیار نہیں کیا بلکہ ایک ہی لغت میں مذکورہ بالا طریقوں میں سے دو یا تین طریقے بھی رائج ہیں۔ اس قسم کے لغات میں ''فرہنگِ آصفیہ'' اور ''نور اللغات'' کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا اس مسئلے کے حل کے لیے یہ کیا جا سکتا ہے کہ جو بھی طریقۂ کار اختیار کیا جائے ہر لفظ کی وضاحت کے لیے اسے برقرار رکھا جائے۔

تلفظ کے حوالے سے یہ بات بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ اردو زبان آغاز سے اب تک مختلف مراحل سے گزری ہے جس کی وجہ سے بعض الفاظ کی صورت اور معنی کے ساتھ ساتھ اس کے تلفظ میں تبدیلی بھی واقع ہوئی ہے اس کی بنیادی وجہ فارسی اور عربی کے اُصولوں کے مطابق تلفظ کا اندراج ہے۔ لہٰذا لغت نویس کا فرض ہے کہ ایسے کسی بھی لفظ کے تلفظ کی پوری تاریخ مہیا کرے تا کہ لفظ کے استعمال اور بول چال میں غلطی کا احتمال کم سے کم ہو۔ مزید برآں تلفظ کے اختلافی مسائل سے بچنے کے لیے یہ طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے کہ ''اگر کسی لفظ کا تلفظ متفق فیہ ہے تو اسے لکھا جائے اور اگر وہ متنازع فیہ ہے تو تمام متبادل تلفظ درج کیے جائیں۔'' (۱۷)

۵۔قواعدی حیثیت:

قواعد کی پابندی زبان و بیان کی تصحیح اور درستی کے لیے ناگزیر ہے۔اس کے دو حصّے ہوتے ہیں صرف اور نحو۔صرف الفاظ کے بدلاؤ اور تقسیم کا علم ہے جبکہ نحو میں جملے یا فقرے کی حیثیت، ساخت اور الفاظ کی ترتیب سے بحث کی جاتی ہے۔کوئی بھی زبان بولنے، سمجھنے اور تحریر کرنے کے لیے زبان کی ساخت کا علم ہونا ضروری ہے لہٰذا لغت نویسی میں الفاظ کی قواعدی حیثیت کے تعین سے فرار ممکن نہیں۔

زبانِ اردو کے قواعد کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اردو قواعد کی اساس اور تشکیل کے حوالے سے مقامی قواعد نویسوں کے مقابلے میں مغربی مستشرقین کو اولیت حاصل ہے، تاہم اس امر میں کوئی شک نہیں کہ قواعد کی تشکیل میں دونوں کا حصّہ ہے۔اسی لیے دونوں کے اپنائے گئے اُصول کارفرما نظر آتے ہیں یعنی انگریزوں نے اردو قواعد کو انگریزی قواعد کے اُصولوں کے مطابق تحریر کیا جو انگریزی کے لیے بھی یونانی اور لاطینی زبانوں سے مستعار لیے گئے تھے؛ جب کہ مقامی قواعد نویسوں نے اپنے مقصد کے لیے عربی اور فارسی قواعد کے اُصولوں کو پیشِ نظر رکھا۔(۱۸) دیگر قواعد نویسوں نے اس کام کو آگے بڑھایا۔(۱۹) چنانچہ ان تمام حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے لغت نویس کے لیے لازم ہے کہ نہ صرف وہ مذکورہ زبانوں کے قواعد سے واقف ہو بلکہ اس کی مرتب کردہ لغت میں اس بات کی صراحت موجود ہو کہ کوئی بھی لفظ قواعد کی کونسی قسم مثلاً اسم، فعل، حرف، صفت وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے نیز وہ واحد ہے یا جمع، کیونکہ لغت صرف اہلِ زبان کے لیے نہیں ہوتا۔اہلِ زبان تو زبان، روزمرہ، کہاوتوں، محاورات، ضرب الامثال اور تذکیر و تانیث کے حوالے سے مستند مانے جاتے ہیں لیکن اردو زبان کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور دنیا کی سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں شامل ہونے کی وجہ سے اہلِ زبان کے علاوہ باقی افراد کی سہولت کے لیے بھی لفظ کی قواعدی حیثیت کا تعین ضروری ہے۔

اردو قواعد سے متعلق ڈاکٹر عطش درانی بھی ایک مسئلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم:

> ''اردو قواعد پر عربی دانوں، پھر فارسی دانوں، پھر آزادی سے پہلے کے اردو مراکز، دہلی، لکھنؤ، دکن وغیرہ سے وابستہ افراد کے حلقۂ اثر سے نہ نکلے۔خالص ''اردو دانوں'' اور'' پاکستانی اردو'' کے علمبرداروں سے اغماض برتنے، صرف نظر کرنے اور انھیں طاقِ نسیاں پر رکھنے اور اردو کے اداروں سے نکالنے یا دور رکھنے میں مصروف رہے۔سماجی اور نفسی لسانیات کے حوالے سے اردو لغات اور قواعد کو مرتب ہونا تھا مگر اردو لسانیات نام کی کوئی چیز وجود میں نہ آئی۔''(۲۰)

دراصل ڈاکٹر صاحب جدید طرز پر زبان کی معیار بندی کے قائل ہیں اور اردو زبان میں مجموعی لسانی منصوبہ بندی (Corpus Planning) کے فقدان پر شکوہ کناں ہیں اسی لیے وہ قواعدِ اردو کو بھی زبان کے عملی استعمال تک وسیع کر کے دیکھنے کے حامی نظر آتے ہیں جو درست بھی ہے۔ چنانچہ اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی بھی لغت نویس کو الفاظ کو روایتی قواعدی حیثیت کے ساتھ ساتھ بول چال، سلینگ اور دستاویزی استعمال تک کے وسیع تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

۶۔ تذکیر و تانیث کا تعین:

اردو لغات میں قواعدی حیثیت کے ساتھ ساتھ اندراجات کی تذکیر و تانیث کا تعین بھی ہونا چاہیے۔ لیکن لغت کا یہ حصہ بھی مسائل سے خالی نہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ دبستانوں کا اختلاف ہے جو بعض اوقات ایک ہی دبستان کے لوگوں کے اختلاف کی صورت میں مزید پھیل جاتا ہے۔ مثلاً ''اکتفا'' کی تذکیر و تانیث میں اختلاف پایا جاتا ہے ''نور اللغات'' اور'' فرہنگ تلفظ'' میں مؤنث لکھا گیا ہے جبکہ دبستانِ دہلی کے لحاظ سے یہ لفظ مذکر ہے۔

اس کے علاوہ اردو میں دوسری زبانوں کے الفاظ کی موجودگی اور شمولیت میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے مثلاً انگریزی الفاظ۔ ان کی تذکیر و تانیث متعین کرنا بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کے لیے دیگر زبانوں مثلاً عربی، فارسی اور انگریزی کے قواعد سے استفادہ کیا جا سکتا ہے لیکن اشتہارات اور سوشل میڈیا/نیٹ ورک کی وجہ سے جو الفاظ زبان اور گفتگو کا حصہ بن رہے ہیں اس کے لیے کیا رویہ اختیار کیا جائے یہ امر ہنوز غور طلب ہے۔ جس کو مدنظر رکھ کر ہی کوئی معیاری لغت ترتیب پا سکتا ہے۔

۷۔ معنی کی وضاحت:

عام طور پر لغات میں جو معنی یا مترادفات وضاحت کے طور پر دیے جاتے ہیں وہ زیادہ تر اسی زبان سے تعلق رکھتے ہیں جس زبان کا لغت ترتیب دیا جا رہا ہو۔ یہ طریقہ مقامی افراد کے لیے تو مؤثر ہے لیکن زبان سیکھنے والوں کے لیے موزوں نہیں۔ اسی لیے مترادفات کی جگہ حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے کہ لفظ کی تعریف دی جائے اور تعریف کے لیے بھی آسان ترین الفاظ استعمال کیے جائیں تا کہ لغت سب کے لیے فائدہ مند ثابت ہو۔ یعنی معنی کے اندراج کے سلسلے میں لغت نویس کی پہلی ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ وہ مترادفات سے پہلے تعریف کو مدنظر رکھے اور تعریف بھی ایسی ہو جو لفظ کو تفصیل سے بیان کر سکے۔ (۲۱) لیکن اگر مترادف درج کرنا ناگزیر ہو تو پہلے قریب ترین مترادف لکھے پھر باقی مترادفات درج کرے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات تعریف کسی لفظ کی وضاحت کے لیے ناکافی معلوم ہوتی ہے اور کبھی مترادفات مکمل معنی نہیں دے پاتے۔ بورڈ کی اردو لغت میں دونوں طرح کی مثالیں مل جاتی ہیں:

مثلاً لفظ ''جگّن'' کا ایک ہی مترادف دیا گیا ہے اور وہ ''بھینٹ'' ہے۔(۲۲) حرف ج کے اندراجات میں ''جَلدھر'' کی تعریف یوں کی گئی ہے۔''(موسیقی) بلاول ٹھاٹھ کا ایک راگ۔(۲۳)

اسی طرح ''جنواسا'' کے معنی ہیں: ''دلہن کے یہاں کی وہ جگہ جہاں دولہا اور براتیوں کو ٹھیراتے ہیں۔''(۲۴)

تینوں امثال میں مترادفات یا تعریف کے ذریعے معنی واضح نہیں ہوتے۔لہٰذا اس ضمن میں بھی احتیاط لازم ہے کہ مترادفات یا معانی ایسے درج کیے جائیں جو لفظ کو پوری طرح واضح کرسکیں۔لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ لغت اور انسائیکلو پیڈیا میں فرق ہوتا ہے اس لیے اس میں موجود کسی بھی لفظ کی تعریف بھی انسائیکلو پیڈیا سے مختلف ہونی چاہیے۔تاہم گیان چند کے نزدیک اگر مادی اشیا (مثلاً کسی جانور وغیرہ) کی تعریف کے ساتھ اس کی تصویر بھی فراہم کر دی جائے تو وہ بہت سے مواقع پر تشریح سے بہتر ثابت ہوسکتی ہے۔(۲۵)

کسی لفظ کے معنی متعین کرنے کے لیے یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ لفظ اپنے ابتدائی دور میں کسی اور معنی میں استعمال ہوا ہے یا نہیں۔اگر ایسا ہے تو لغت نویس کا فرض ہے کہ وہ پہلے لفظ کے مروجہ معنی تحریر کرے بعدازاں اس لفظ کی پوری تاریخ بیان کرے کہ مختلف ادوار میں وہ کن کن معنوں میں مستعمل رہا نیز اُلجھن سے بچنے کے لیے لغت نویس اس کے ہر معنی کے ساتھ امثال بھی دے تاکہ صورتحال زیادہ واضح ہوسکے۔

۸۔اسناد:

کسی بھی لغت کا استعمال اس لیے بھی کیا جاتا ہے کہ قاری لفظ کا مطلب اور موقع محل کے مطابق اس کا درست استعمال سیکھ سکے لیکن جب بھی کوئی لغت تالیف کیا جاتا ہے تو زیادہ تر لغت نویسوں کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ لفظ کی سند کے طور پر شعری امثال درج کی جائیں جب کہ ادب کو محض شعروشاعری تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔اس میں نثر کا بھی ایک گراں قدر سرمایہ موجود ہے۔اس لیے لغت نویس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسناد کے لیے نظم ونثر سے اخذ شدہ امثال کو حتی المقدور برابری کی سطح پر جگہ دے۔

موجودہ دور میں الفاظ کے اندراجات کا ایک ذریعہ کارپس بھی ہے جس کی وجہ سے لغت نویس کو اس مسئلہ کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے کہ قارئین کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ مستند ادبا کے یہاں ہی الفاظ کا استعمال دیکھے یا پھر اسناد کے لیے کارپس کو بنیاد بنائے۔حقیقت یہ ہے کہ فی زمانہ تقریباً ہر زبان میں ایسے الفاظ داخل ہوچکے ہیں جو کارپس (Corpus) کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں ہیں اس لیے اس ضمن میں یہ طریقۂ کار اختیار کرنا چاہیے کہ جو الفاظ نمائندہ ادبا کے یہاں موجود ہیں اور ان کو ایک سے زائد مرتبہ استعمال کیا گیا ہے،ان کی سند ان ادبا کے متون سے مہیا کی جائے اور زبان میں داخل ہونے والے وہ الفاظ جو کسی ادیب نے استعمال

نہیں کیے، ان کے استعمال اور فصاحت کو مدنظر رکھتے ہوئے کارپس کو بنیاد بنایا جائے۔ لیکن کارپس کو بالکل نظر انداز نہ کیا جائے کیونکہ ایسی صورت میں زبان کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اور متعلقہ زبان کا لغت بھی نا مکمل رہے گا۔

مختلف لغات میں اسناد کے لیے امثال کا اہتمام یا ان کی تعداد بھی مقرر نہیں۔ مثلاً بعض اوقات مثال درج ہی نہیں کی جاتی اور کبھی ایک، دو، تین یا چار امثال بھی درج کر دی جاتی ہیں۔ تاہم *Learners' use of corpus examples* کے مطابق ممکن ہے کہ کوئی ایک مثال لغت سے استفادہ کرنے والے کے لیے کافی نہ ہو یعنی ایک مثال کے ذریعے وہ یہ نہ جان سکے کہ مطلوبہ لفظ کے معنی کیا ہیں اور اس کا استعمال کیسے کرنا ہے؟ (۲۶) اس لیے کسی بھی لفظ کی کم سے کم دو، تین اور بہت زیادہ مقبول اور فائدہ مند امثال دینی چاہییں تا کہ کسی بھی لفظ کے معنی کی تمام جہات کو سمجھا جا سکے اور اسے درست موقع پر استعمال کیا جا سکے۔

۹۔ لسانی مآخذ اور اشتقاق:

کسی زبان کے تمام تر اندراجات کے مآخذ کی بابت معلوم کرنا آسان نہیں اور بات جب اردو زبان کی ہو تو یہ مسئلہ اور دشوار گزار ہو جاتا ہے۔ جہاں تک الفاظ کے مادوں کا تعلق ہے، وہ تو معلوم ہو سکتے ہیں لیکن کسی لفظ کے لسانی ماخذ کی دریافت کے لیے متعلقہ زبان کی پوری تاریخ سے آگاہی ضروری ہے کیونکہ بہت سے الفاظ اردو کا حصہ بن کر ہیئت اور معنی کے لحاظ سے تبدیل ہو چکے ہیں۔ مثلاً اردو محاورہ ''صلواتیں سنانا'' عربی زبان کے لفظ ''صلوٰۃ'' سے اخذ کیا گیا ہے جس نے صلوٰۃ سے صلوات اور صلوات سے صلواتیں سنانا تک کے سفر میں ہیئت کے ساتھ اپنے معنی بھی بدلے ہیں (۲۷) جس سے واقف ہونے کے لیے لغت نویس کو مذکورہ لفظ کی تمام تر تاریخ درکار ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہمارے لغت نویس الفاظ کے اشتقاق اور لسانی مآخذ کے حوالے سے تساہل پسندی کا شکار نظر آتے ہیں۔ تاہم ''فرہنگِ آصفیہ'' میں کسی قدر اور ''جامع اللغات'' اور ''اردو لغت (تاریخی اصول پر)'' میں اس کا خاصا اہتمام نظر آتا ہے۔

لفظ کی اصل معلوم کرنے کے لیے گیان چند جین نے بھی کچھ رہنما اُصول وضع کیے ہیں جن سے استفادہ کر کے اشتقاقی مسائل میں کسی حد تک کمی لائی جا سکتی ہے۔ مثلاً:

۱۔ پہلے غور کرنا چاہیے کہ لفظ کتنے مارفیموں پر مشتمل ہے۔ اگر لفظ مرکب ہو تو اسے توڑ کر علیحدہ کر لینا چاہیے۔

۲۔ صوتی مطابقتوں کو دیکھ کر ماضی کی طرف چلتے ہوئے لفظ کا قدیم سے قدیم تر روپ تشکیل کرتے جانا چاہیے یہاں تک کہ ایک مشترک روپ تک پہنچ جائیں۔

۳۔　یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر لفظ کی اصل دریافت نہیں ہوسکتی۔

۴۔　اگر صوتی مماثلت کی بنا پر لفظ کی بہت سی اصل ممکن ہوں تو لسانیات کے ساتھ ساتھ تمام لسانی ماخذات سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے مثلاً تاریخ، تقابلِ مذاہب وغیرہ۔

۵۔　سائنٹفک طور پر لفظ کی اصل معلوم کرنے کے لیے تمام موافق و مخالف صوتی و صرفی، نحوی اور معنوی مواد کو بھی پرکھنا ہوگا اور غیر لسانی مآخذ سے بھی استفادہ کرنا ہوگا مثلاً دیگر علوم یا مخطوطات کا مطالعہ وغیرہ۔(۲۸)

تاہم ڈاکٹر گیان چند کے ان اُصوں سے قطع نظر بعض ماہرین لسانیات کا خیال ہے کہ جو لغات بطورِ خاص اشتقاقی معلومات حاصل کرنے کے لیے ترتیب دی جائیں ان کی حد تک تو کسی لفظ کا تاریخی مطالعہ ضروری ہے لیکن عام لغات میں لفظ کے لسانی ماخذ سے متعلق کوئی بھی معلومات ابہام سے پاک اور ایک عام قاری کے فہم کے مطابق ہونی چاہیے۔(۲۹)

مندرجہ بالا بحث کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی بھی ترقی یافتہ زبان کی لسانی اور ادبی تاریخ میں لغت نویسی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سلسلہ ہر زمانے میں اور تحریر ہونے والی تقریباً ہر زبان میں مروج رہا ہے۔ کسی بھی زبان کی لغت کو اس کے تمام الفاظ، صرفیات، تعریفات، مرکبات، حرکات، محاورات، اشتقاقیات، کہاوتوں، ضرب الامثال، املائی صورتوں، لہجوں، اکتسابات، ایجادات، انکشافات، جنس، درجات، صوتی و معنوی تغیرات، مترادفات، تلفظ اور اس کے انحرافات، سابقوں اور لاحقوں کا ایک قابلِ قدر اور گراں بہا ذخیرہ ہونا چاہیے لیکن چونکہ زندہ زبانیں جانداروں ہی کی طرح پیدا ہونے، بڑھتے رہنے اور پھلنے پھولنے کے مراحل سے گزرتی ہیں اس لیے لغت نویسی کے ان تمام مطالبات کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ تاہم اگر کوئی لغت مندرجہ بالا اُصولِ لغت نویسی یا مطالباتِ لغت نویسی کی روشنی میں تیار کیا جائے تو لغت کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں پیش آمدہ مذکورہ بالا مسائل میں کسی حد تک کمی واقع ہوسکتی ہے۔

حواشی:

۱۔　موضوعِ تحقیق سے متعلق مذکورہ مضامین کے علاوہ لغت نویسی پر جو کتب اور تحقیقی مقالے طبع ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے: محمد عتیق صدیقی، گلکرسٹ اور اس کا عہد (علی گڑھ: انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۰ء)؛ آغا افتخار حسین، یورپ میں تحقیقی مطالعے (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)؛ آغا افتخار حسین، یورپ میں اردو (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۸ء)؛ جابر علی سید، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، جلد اوّل (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۴ء)؛ وارث سرہندی، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، جلد دوم (اسلام

آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء)؛ وارث سرہندی، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، جلد سوم (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء)؛ اثر لکھنوی، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، جلد چہارم (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء)؛ اثر لکھنوی، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، جلد پنجم (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ۱۹۹۲ء)؛ وارث سرہندی، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، جلد ششم (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء)؛ وارث سرہندی، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، جلد ہفتم (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)؛ رضیہ نور محمد، اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ (لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۸۵ء)؛ ابو سلمان شاہجہانپوری، کتابیاتِ لغات اردو (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء)؛ عطش درانی، اردو زبان اور یورپی اہلِ قلم (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء)؛ مسعود ہاشمی، اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ (دہلی: ترقی اردو بیورو، ۲۰۰۰ء)؛ صفدر رشید، مغرب کے اردو لغت نگار (لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، ۲۰۱۵ء)

۲۔ سید خواجہ حسینی کا یہ مضمون رسالہ اردو ادب (دہلی) کے شمارہ نمبر ا میں ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا تھا جسے ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے اپنی مرتب کردہ کتاب میں شامل کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:
رؤف پاریکھ، اردو لغات: اصول اور تنقید (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۴ء)، ص ۴۳۔۵۸

۳۔ رشید حسن خان کا یہ تحقیقی مقالہ سہ ماہی ''اردو نامہ'' (کراچی) کے شمارہ نمبر ۲۹ میں اکتوبر ۱۹۶۷ء میں پہلی بار منظر عام پر آیا جو بعد ازاں لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ مرتبہ رؤف پاریکھ میں شامل کیا گیا۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:
رؤف پاریکھ، لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۴۶۔۶۳

۴۔ یہ مضمون ''لکھنؤ کی لسانی اور ادبی خدمات'' (۱۹۷۰) کا حصہ ہے جسے رؤف پاریکھ نے اردو لغات: اصول اور تنقید میں شامل کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:
رؤف پاریکھ، اردو لغات: اصول اور تنقید، ص ۳۸۔۴۲

۵۔ ترقی اردو بیورو (دہلی) سے شائع ہونے والی کتاب عام لسانیات کا یہ مضمون بھی اردو لغات: اصول اور تنقید میں شامل کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:
رؤف پاریکھ، اردو لغات: اصول اور تنقید، ص ۱۱۔۳۷

۶۔ یہ مضمون لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ میں شامل ہے جو اصل میں ارشد

مسعود ہاشمی کی کتاب مبادیات لغت کا حصہ ہے جو بہار سے ۲۰۰۴ء میں طبع ہوئی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

رؤف پاریکھ، لغت نویسی اور لغات : روایت اور تجزیہ، ص ۷۔۱۷

۷۔ رؤف پاریکھ کی یہ تحقیق ان ہی کی مرتبہ اردو لغات: اصول اور تنقید کا ایک مضمون ہے۔ پہلی بار یہ مضمون رسالہ تحقیق (جام شورو) کے شمارہ ۱۹ میں ۲۰۱۰ء میں طبع ہوا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

رؤف پاریکھ، اردو لغات: اصول اور تنقید، ص ۶۹۔۱۰۴

۸۔ شمس الرحمٰن فاروقی نے یہ خطبہ مدراس یونیورسٹی کی لغت کانفرنس (چنئی) میں مارچ 2015ء دیا تھا۔

۹۔ پیٹرک ہینکس (Patrick Hanks)، *Compiling a Monolingual Dictionary for Native Speakers* (جمہوریہ چیک: چارلس یونیورسٹی، فروری ۲۰۰۹ء)، ص ۵۸۴۔۵۸۵

۹۔ رؤف پاریکھ، ''امیر مینائی کی لغت نویسی اور اصولِ لغت نویسی'' مشمولہ اردو لغات : اصول اور تنقید، ص ۹۱

۱۰۔ کارپس کی دی گئی وضاحت انگریزی کا ترجمہ ہے جو درج ذیل ہے:

"A finite set of concrete linguistic utterances that serves as an empirical basis for linguistic research. The value and quality of the corpus depend largely upon the specific approach and methodology of the theoretical framework of the given study."

مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: گریگری ۔ پی ۔ ٹراؤتھ اور کرسٹن کزازی (Gregory p. Trauth and Kerstin Kazzazi)، *Routledge Dictionary of Language and Linguistics* (نیویارک: رتلیج، ۱۹۹۶ء)، ص ۱۰۶

۱۱۔ گیان چند جین، ''علم اللغات اور لفظ اصلیات، مشمولہ اردو لغات : اصول اور تنقید، ص ۱۴۔۱۶

۱۲۔ رؤف پاریکھ، ''امیر مینائی کی لغت نویسی اور اصولِ لغت نویسی'' مشمولہ اردو لغات : اصول اور تنقید، ص ۹۱

۱۳۔ گیان چند جین، ''علم اللغات اور لفظ اصلیات، ص ۱۶۔۱۸

۱۴۔ غلام مصطفیٰ خان، جامع القواعد حصّہ نحو (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۲ء)، ص ۱۶۷

۱۵۔ رشید حسن خاں، ''املا کا اختلاف اور لغت'' مشمولہ لغت نویسی اور لغات : روایت اور تجزیہ، مرتبہ رؤف پاریکھ، ص ۵۳۔۶۰

۱۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:
گیان چند، تحقیق کا فن (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء)، ص ۴۳۷
رؤف پاریکھ، ''امیر مینائی کی لغت نویسی اور اصول لغت نویسی''، ص ۹۶
۱۷۔ گیان چند جین، ''علم اللغات اور لفظ اصلیات، ص ۲۰
۱۸۔ سلیم اختر، اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)، ص ۲۰۵
۱۹۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو: سونیا چرنیکووا، اردو کے صیغے (ماسکو: دارالاشاعت ترقی، ۱۹۶۹ء)
عصمت جاوید، نئی اردو قواعد (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۱ء)
۲۰۔ عطش درانی، اردو اور لسانی پالیسی (اسلام آباد: شاخ زریں، ۲۰۱۴ء)، ص ۴۱۔۴۲
۲۱۔ پیٹرک ہینکس، (Patrick Hanks)، *Compiling a Monolingual Dictionary for Native Speakers*، ص ۵۹۲،
http://www.patrickhanks.com/uploads/5/1/4/9/5149363/compiling_a_monoligual_dictionary.pdf، ۲۰ دسمبر، ۲۰۱۵
۲۲۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد ششم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۴ء)، ص ۶۷۵
۲۳۔ ایضاً، ص ۱۹۷
۲۴۔ ایضاً، ص ۸۴۱۔ (اردو لغت (تاریخی اُصول پر) میں ''دلہن'' اور ''دولہا'' ہی لکھا گیا ہے تاہم ان الفاظ کا درست املا ''دُلھن'' اور ''دلھا'' مانا جاتا ہے۔)
۲۵۔ گیان چند جین، ''علم اللغات اور لفظ اصلیات''، ص ۲۲
۲۶۔ اینا فرینکن برگ۔گارشیا، (Ana Frankenberg-Garcia)، Learners' Use of Corpus Examples، *International Journal of Lexicography*، (جون ۲۰۱۲ء): ص ۲۷۳۔۲۹۶
۲۷۔ نور الحسن نیر، نور اللغات جلد سوم (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء)، ص ۴۹۴
۲۸۔ گیان چند جین، ''علم اللغات اور لفظ اصلیات''، ص ۳۲۔۳۳
۲۹۔ نکولین وان ڈیر ہجس (Nicoline Van Der Sijs)، "The Codification of Etymological Information" مشمولہ *"A Practical Guide to Lexicography"*، مرتبہ پیٹ وان سٹرکین برگ (ایمسٹر ڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۲۰۰۳ء)، ص: ۳۲۰

مآخذ:

۱۔ اختر، سلیم، اُردو زبان کی مختصر ترین تاریخ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء۔

۲۔ افتخار حسین، آغا، یورپ میں اُردو، لاہور: مرکزی اُردو بورڈ، ۱۹۶۸ء۔

۳۔ افتخار حسین، آغا، یورپ میں تحقیقی مطالعے، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء۔

۴۔ چند، گیان، تحقیق کا فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء۔

۵۔ خان، غلام مصطفیٰ، جامع القواعد حصّہ نحو، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۲ء۔

۶۔ درانی، عطش، اُردو اور لسانی پالیسی، اسلام آباد: شاخِ زریں، ۲۰۱۴ء۔

۷۔ درانی، عطش، اُردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۲۰۰۰ء۔

۸۔ رشید، صفدر، مغرب کے اُردو لغت نگار، لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، ۲۰۱۵ء۔

۹۔ سرہندی، وارث، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ (جلد دوم)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء۔

۱۰۔ سرہندی، وارث، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ (جلد سوم)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء۔

۱۱۔ سیّد، جابر علی، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ (جلد اوّل)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۴ء۔

۱۲۔ صدیقی، محمد عتیق، گلکرسٹ اور اس کا عہد، علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۶۰ء۔

۱۳۔ لکھنوی، اثر، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ (جلد پنجم)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء۔

۱۴۔ نیر، نور الحسن، نور اللغات (جلد سوم)، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء۔

☆☆☆